© rasailojaraid.com

فکر و نظر............ اسلام آباد　　　　جلد: ۴۶　　　شمارہ: ۳

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک

(روایات اور واقعات کی روشنی میں ایک جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی☆

اس وقت دنیا میں ساڑھے چھ ارب کے لگ بھگ افراد بستے ہیں۔ ان افراد کا تعلق مختلف بلاد و امصار سے ہے۔ مختلف رنگ و نسل اور مختلف طبائع سے ہے۔ ہر ملک کا موسم اور آب و ہوا دوسرے ملک سے مختلف ہے۔ ایک علاقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک زبان بولتے ہیں تو دوسرے علاقہ کے لوگ دوسری اور تیسرے علاقہ کے لوگ تیسری زبان بولتے ہیں۔ اس طرح دنیا میں سینکڑوں زبانیں رائج ہیں۔ ہر ملک میں خاندان ہیں، برادریاں ہیں، جتھے ہیں، قبائل ہیں۔ اکائیاں ہیں، دائرے ہیں، خول ہیں اور نہ جانے کیسے کیسے فرقے اور طبقے ہیں جن میں انسان محصور ہے، مقید ہے اور پوری طرح جکڑا ہوا ہے۔

جب ہم ریاست کی بات کرتے ہیں اور کائنات میں موجود مختلف ریاستوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دنیا میں آغاز سے لے کر اب تک کوئی ایسی ریاست وجود میں نہیں آ سکی ہے۔ جس کے باشندے ایک ہی فکر کے حامل ہوں۔ ایک ہی طبیعت اور مزاج کے مالک ہوں اور ایک ہی رسم و رواج کے پابند ہوں۔ ریاست تو دور کی بات ہے ایک خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ اور ایک گھر کی چاردیواری میں رہنے والے افراد کی طبائع اور مزاج میں تنوع ہوتا ہے۔ انسانوں میں پائے جانے والے ان اختلافات کو قرآن مجید نے اللہ جل شانہٗ کی قدرت کے دلچسپ اور پرکشش مظاہر سے تعبیر کیا ہے۔ درحقیقت یہ بوقلمونی اور رنگارنگی بلا سبب اور بلاوجہ نہیں ہے۔ اس کے پس منظر میں اس ذات با برکات کی مشیت پوشیدہ ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا خالق اور مالک ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس دین کی تعلیمات نے فطرت کے ہر ہر پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ جل شانہٗ کی مخلوق کو عیال اللہ کے الفاظ سے موصوف فرمایا اور ان الفاظ کے ذریعہ اپنی امت کے افراد کو بتایا کہ اللہ کی مخلوق میں تفریق اور تقسیم تمہارا فریضہ نہیں۔

☆ چیئرمین شعبہ حدیث و سیرت، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ جل شانہٗ خود بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے قریب ہے اور کون اس سے دور ہے۔ تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم اللہ کی مخلوق کا احترام کرو اور اس بنیاد پر احترام کرو کہ یہ عیال اللہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ''مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے''۔ اس ارشاد میں آپ ﷺ نے اخلاق کا محدود تصور نہیں دیا بلکہ وسیع سے وسیع تر تصور عطا فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ ایک بار نہیں بلکہ بار بار امت مسلمہ کے افراد کو یہ تعلیم دی ہے کہ محض انسانوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا کافی نہیں، ساری مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ضروری ہے۔

گذشتہ ایک عرصہ سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر، مذہبی رواداری کا موضوع تعلیمی اداروں، علمی حلقوں اور جامعات میں زیر بحث ہے۔ اس موضوع پر بڑی بڑی کانفرنسز منعقد ہوئیں اور مزید ہونے جا رہی ہیں۔ حال ہی میں مکۃ المکرّمہ میں دنیا بھر کے نامی گرامی علماء، سکالرز، محققین، مفکرین اور زعماء جمع ہوئے اور بڑی تفصیل کے ساتھ مذاہب کے مابین تفاہم اور تعاون سے متعلق مقالات پیش کیے گئے۔ اس نوعیت کے اجتماعات اب تک درجنوں کی تعداد میں منعقد ہو چکے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ اور مفید موضوع ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سطح پر اس وقت یہ جو تأثر دیا گیا ہے اور دیا جا رہا ہے کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے، مسلمان دہشت گرد ہے اور کسی غیر مسلم کو برداشت نہیں کرتا۔ مسلمان حکمران غیر مسلم رعایا پر ظلم ڈھاتے رہے۔ مسلمان حکمرانوں نے اپنی غیر مسلم رعایا کو زبردستی مسلمان بنایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس غلط اور بے بنیاد تأثر کا بھرپور طریقے سے ازالہ کیا جائے اور موجودہ دور کے ان سکالرز اور مفکرین کو، جو اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کی تاریخ سے پوری طرح واقف نہیں بتایا جائے کہ اسلام تو سراسر ''نصیحۃ'' ہے انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ مسلمان حکمرانوں نے ہمیشہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ مسلم رعایا کے مقابلہ میں بہتر سلوک کیا ہے۔ جس کی وجہ سے غیر مسلم رعایا نے ہمیشہ مسلمان حکمرانوں کا ساتھ دیا ہے۔

اس مقالہ میں اس پہلو کو روایات اور تاریخی واقعات کی روشنی میں ایک حد تک اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اہل ذمہ کے حقوق

شریعت اسلامیہ نے اسلامی ریاست میں رہنے والے اہل ذمہ کے حقوق کی حفاظت اور ان کے وجود کی رعایت و صیانت کو فرض قرار دیا ہے۔ مسلمان حاکم کو از روئے شریعت یہ اختیار حاصل نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ وہ ریاست کے شہریوں میں دین و مذہب اور فکر و عقیدہ کی بنیاد پر حقوق کے لحاظ سے فرق روا رکھے اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ امتیازی سلوک کا ارتکاب کرے۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ارقمؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''دیکھنا! خبردار! جن لوگوں سے امن کا عہد کر لیا گیا ہے ان پر ہرگز ہرگز ظلم نہ ہونے پائے۔ دیکھو ان کی برداشت اور تحمل سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے اور ان کی رضامندی کے بغیر ان کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے''۔

پھر فرمایا:

''خبردار جو ایسا کرے گا: (أنا حجيجه يوم القيامة) ''میں اس پر قیامت کے دن دعویٰ کروں گا اور اس سے لڑوں گا''۔(۱)

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سانس اکھڑ رہی ہے اور اکھڑی ہوئی سانسوں میں ان کی یہ آواز کانوں میں گونج رہی ہے:

''جن غیر مسلموں کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لی ہے، ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، ان سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان پر حملہ کرنے والوں سے جنگ کریں اور جس بار کو وہ برداشت نہ کر سکتے ہوں ایسا بوجھ ہرگز ان پر نہ ڈالا جائے''۔(۲)

قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں:

﴿عيل من بيت مال المسلمين عياله ما اقام بدار الهجرة و دار الإسلام﴾(۳)

''اسلامی ریاست کی حدود میں رہنے والے غیر مسلم لوگوں میں جو معذور ہوں، ان کے مصارف کا بار اسلامی بیت المال برداشت کرے، ان کا بھی اور ان کے اہل و عیال کا بھی، جب تک دارالھجرۃ اور اسلامی قلم رو میں وہ مقیم رہیں گے''۔

قرآنی آیت جس میں ''الصدقات'' کے مصارف بتائے گئے ہیں، اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا کہ:

﴿الفقراء هم المسلمون، و هذا من المساكين﴾(۴)

(فقراء سے مراد تو مسلمانوں کے محتاج لوگ ہیں، مساکین سے مراد غیر مسلموں کا وہ طبقہ ہے جس کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لی ہو اور وہ کمانے کے قابل نہ رہا ہو)۔

شریعت اسلامیہ کی رُو سے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم باشندوں کی عزت و آبرو کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی حیثیت حاصل ہے جو مسلم باشندوں کی عزت و آبرو کو حاصل ہے، فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ:

﴿الهجاء لمسلم اَو ذمی حرام﴾
(مسلمان یا غیرمسلم باشندے کی ہجو گوئی حرام ہے)۔(۵)

صرف زندگی ہی کی حد تک احترام کا یہ اصول محدود نہیں ہے بلکہ:

﴿عظامهم لها حرمة إذا وجدت فی قبورهم كحرمة عظام المسلمين، حتى لا تكسر لأن الذى لما حرم ايذاؤه فی حياته فتجب صيانة عظمه عن الكسر بعد موته﴾(٦)

(اسلامی ریاست میں رہنے والے غیرمسلم باشندوں کی ہڈیوں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ اگر وہ ان کی قبروں میں پائی جائیں۔ ان ہڈیوں کا احترام بالکل اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا احترام کیا جاتا ہے۔ غیرمسلم باشندوں کی ہڈیوں کا توڑنا بھی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست نے ان کے وجود کی ذمہ داری لی ہے۔ اور یہ ذمہ داری جس طرح ان کی زندگی میں ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے''۔

غیرمسلم اقوام سے ''قانون معاہدہ'' کے دفعات کی تفصیل کرتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی نے ''سیر کبیر'' میں ایک دفعہ یوں بیان کی ہے:

﴿انهم اذا لم يفهموا، فانما ذلک لمعنى من المسلمين حيث نادوهم بلغة لا يعرفونها فلا يبطل حكم الامان فی حقهم﴾(۷)

''معاہدہ کی غیرمسلم فریق کی سمجھ میں بات اگر نہ آئی تو یہ کوتاہی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی کہ انہوں نے ایسی زبان میں ان کو خطاب کیا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ پس معاہدہ کے الفاظ کی رُو سے جس امن کے وہ مستحق ہو چکے ہیں یہ حق ان کا باطل نہیں ہو سکتا''۔

اسی موقعہ پر امام سرخسی لکھتے ہیں کہ غدر یعنی عہدشکنی ہی نہیں بلکہ

﴿التحرز عن صورة الغدر واجب﴾(۸)
''عہدشکنی کی ظاہری شکل و صورت سے بھی پرہیز مسلمانوں کے لیے واجب ہے''

معاہدہ کی پاسداری

حدیبیہ کے موقعہ پر آپ علیہ السلام اور قریش کے درمیان جو معاہدہ ہوا...... ابھی باضابطہ تحریری شکل میں نہیں آیا تھا محض زبانی گفتگو میں منجملہ دوسری باتوں کے یہ بھی مان لیا گیا تھا کہ قریش کا جو آدمی مسلمانوں میں آ کر شریک ہوگا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ بات ابھی ہو رہی تھی کہ ابوجندلؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زنجیریں گھسیٹتے ہوئے اسلام اور اسلام کی دہائی دیتے ہوئے سامنے نمودار ہوئے۔ آپ علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے ابوجندلؓ نے کہا:

''مسلمان ہونے کے جرم میں قریش نے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ میں آپ لوگوں کی امداد کے بھروسے پر کسی نہ کسی طرح یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں''۔

قریش کے نمائندہ نے آپ علیہ السلام سے کہا:

''معاہدہ اگرچہ ابھی لکھا نہیں گیا ہے لیکن زبانی مان لیا گیا ہے، اس لیے ابوجندل کو واپس کیجئے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! تمہاری بات ٹھیک ہے''

ابو جندلؓ چیختے رہے، چلاّتے رہے اور کہتے رہے کہ:

''مسلمانو! کیا مجھے دین کے ان دشمنوں کے حوالہ کر رہے ہو جنھوں نے مجھے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے''۔

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ابوجندلؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿لا نغدر بهم﴾

''آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے''۔(۹)

حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں قبیلہ بنو خزیمہ کے خلاف اقدام کے دوران چند مسلح اور ہتھیار بند سپاہی غلط فہمی کی بناء پر قتل ہوئے۔ آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

''اے اللہ! میں اس واقعہ سے اپنی براء ت پیش کرتا ہوں''۔

اس کے بعد سیّدنا علیؓ کو حکم دیا کہ بنو خزیمہ کی دلجوئی کے لیے ہرجانہ لے کر پہنچ جائیں......
حضرت علیؓ اونٹوں پر سامان لادے ہوئے بنو خزیمہ کے پاس پہنچے اور اعلان عام فرمایا کہ ہر ایک اپنا دعویٰ پیش کرے۔ اس اعلان کے جواب میں جس نے جو دعویٰ پیش کیا اور جو جس ہرجانہ کا مستحق قرار دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے ہر ایک کو ہرجانہ ادا فرمایا اور اتنے اہتمام سے ادائیگی کی کہ:

﴿حتٰی مبلغة كلب﴾

''یہاں تک کہ کتے کے کھانے پینے کے برتن کا تاوان تک ادا کیا''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر میں حضرت علیؓ نے بنو خزیمہ کے سارے افراد کو مخاطب کیا اور فرمایا:

''بتاؤ تم نے اپنا اپنا ہرجانہ پوری طرح وصول کر لیا اور کیا تم اس تقسیم سے مطمئن ہو۔

سب نے جواب دیا۔ ہاں، ہم مطمئن ہیں''۔

حضرت علیؓ کے پاس جو قسط بچی تھی وہ بھی پیش کی اور فرمایا:

''یہ اس نقصان کا معاوضہ ہے جو معلوم نہ ہو سکا''۔(۱۰)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کی ملاقات ایک ایسے یہودی سے ہوئی، جو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس تھا اور آنکھوں سے معذور تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بیت المال کے ناظم کے پاس تشریف لائے...... پھر بیت المال کے ناظم کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کتنی ناانصافی ہوگی اگر ہم اس معذور اور معمر شخص کو اسی طرح چھوڑ دیں، حالانکہ جب یہ جوان تھا تو ہم اس کی کمائی کھاتے رہے''۔

پھر بیت المال کے ناظم کو ہدایت کی:

﴿انظر ھذا و ضرباؤہ﴾

''اس نابینا یہودی فقیر اور اس جیسے اور فقراء کا خیال رکھا کرو''۔(۱۱)

غیر مسلم رعایا کے خون کا احترام

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کا مشہور واقعہ ہے کہ:

''حیرہ کے کسی یہودی کو قبیلہ بکر بن وائل کے کسی مسلمان نے قتل کر دیا تھا...... حضرت عمر فاروقؓ نے حیرہ کے والی کو لکھا: قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ چاہیں تو بدلہ میں اس کو قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔ والی نے حضرت عمر فاروقؓ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا۔ مقتول کا وارث جس کا نام حنین تھا، اس نے مسلمان قاتل کو قتل کر دیا''۔(۱۲)

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ایک مسلمان نے غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے مقدمہ کی سماعت خود کی۔ گواہوں کے بیانات سنے اور ثابت ہوا کہ مسلمان نے غیر مسلم کو قتل کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے مسلمان قاتل کے قتل کا فیصلہ صادر فرمایا۔ فیصلہ سننے کے بعد مقتول کے ورثاء آئے اور درخواست کی کہ ہم لوگ اس قاتل کو قتل نہیں کرانا چاہتے۔ حضرت علیؓ نے مقتول کے ورثاء کو بلا کر پوچھا: ''کیا مسلمانوں نے تمہیں ڈرایا دھمکایا ہے''؟ اُنھوں نے جواب میں کہا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''نہیں، ہمیں کسی نے ڈرایا دھمکایا نہیں بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ قاتل کو قتل کرانے سے ہمارا بھائی تو زندہ نہیں ہو گا۔ خواہ مخواہ اس کو قتل کرانے سے کیا فائدہ؟ ہماری درخواست ہے کہ ہمیں معاوضہ دلایا جائے''۔

یہ سن کر آپؓ نے فرمایا:

''ٹھیک ہے۔ آپ لوگ اپنے معاملے کو زیادہ بہتر سمجھتے ہو''۔

مقصد یہ کہ آپ لوگ اگر اپنے مقتول کا خون بہا بہ طیب خاطر لینا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیرمسلم باشندوں کی حرمت بالکل اسی طرح ہے جس طرح مسلم باشندوں کے خون کی حرمت ہے۔ اس کے بعد حضرت سیّدنا علیؓ نے خطاب کر کے فرمایا:

﴿من كان له، ذمتنا، فدمنا، كدمنا، و ديته، كديتنا﴾(۱۳)

''ہم نے جن لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے (معاہدہ کے بعد) ان کا خون ہمارے خون اور ان کے خون کی قیمت (دیت) ہمارے خون کی قیمت کے برابر ہو جاتی ہے''۔

غیرمسلم رعایا کے جذبات کا احترام

دورِ رسالت اور قرونِ اولیٰ میں رواداری کا سلسلہ اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ مسلمانوں کی خاص عبادت گاہوں یعنی مسجدوں کے اندر خود رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب ہی کو نہیں بلکہ طائف کے بت پرست مشرکین تک کو اجازت مرحمت فرمائی کہ مسجد کے صحن کے پچھلے حصہ میں اپنے خیمے نصب کریں۔ جب آپ علیہ السلام سے سوال ہوا:

﴿انزلتهم المسجد وهم مشركون﴾

''آپ ان لوگوں کو مسجد کے قریب اترنے کی اجازت دے رہے ہیں حالانکہ وہ تو مشرک ہیں؟''

آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

﴿انَّ الأرض لا تنجس﴾

''زمین ناپاک نہیں ہوتی''۔(۱۴)

ایک مرتبہ آپ علیہ السلام صحابہ کرامؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اچانک فرمانے لگے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿قوموا بنا نعود جارنا اليهودی﴾
''چلیں، اپنے یہودی پڑوسی کی بیمار پرسی کر لیں''

صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر آپ ﷺ اس یہودی نوجوان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی اور عیادت کے بعد آپ ﷺ نے اس یہودی نوجوان کو تین مرتبہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ تیسری دفعہ آپ ﷺ کے فرمانے اور اپنے والد کے اشارے پر اس نوجوان یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:

﴿الحمدللّٰہ الذی اعتق بی نسمۃ من النّار﴾(۱۵)
''اللہ جل شانہٗ کا شکر ہے جس نے میرے ذریعہ ایک انسانی جان کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرمائی''۔

حضرت عمر فاروقؓ کا عیسائی غلام ''اسق'' سالہا سال تک آپؓ کی خدمت میں رہا۔ وہ خود کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے کبھی بھی اسے اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا۔ کبھی کبھار فرما دیتے تھے کہ ''اسق اگر اسلام قبول کر لے تو کتنا اچھا ہو گا''۔

یہ غلام حضرت عمر فاروقؓ کی حیات تک عیسائی رہا۔ لیکن جب آپؓ کی شہادت ہوئی تو بعد میں اپنی خوشی اور آزادی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوا۔(۱۶)

سیّدنا معاویہؓ کے دَور میں قسطنطنیہ کی عیسائی حکومت اور اسلامی ریاست کے درمیان ایک خاص مدت تک صلح کا معاہدہ طے پایا، مدت صلح کے اختتام کی تاریخ جب قریب آنے لگی تو سیّدنا معاویہؓ نے اپنی فوج کو سرحد کی طرف آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ مدت صلح کے اختتام کے ساتھ ہی قسطنطنیہ کی حدود میں فوج بھیج دی جائے۔ مسلمانوں کی فوج رومی سرحد کے قریب پہنچ ہی چکی تھی کہ اچانک ایک گھوڑ سوار نمودار ہوا اور زور زور سے یہ نعرہ لگانے لگا:

﴿اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، وفاء لا غدر﴾
''اللہ سب سے بڑا ہے۔ معاہدہ کی تکمیل ہونی چاہیے۔ دھوکہ دہی اور عہد شکنی سے کام نہیں لینا چاہیے''۔

سیّدنا معاویہؓ نے اسے بلا کر پوچھا:
''آپ کیوں یہ نعرہ لگا رہے ہیں؟''

اُس نے جواب دیا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ معاہدہ کے بعد دشمن پر اُس وقت تک حملہ جائز نہیں جب تک معاہدہ کی مدت کے اختتام کے بعد فریقِ مخالف کو آگاہ نہ کیا جائے، یہ سنتے ہی سیّدنا معاویہؓ خاموش ہو گئے اور اپنی فوج کو لے کر واپس ہو گئے''۔(۱۷)

بنو اُمیہ کے دورِ خلافت میں ولید بن یزید نے قبرص کے غیرمسلم باشندوں کی ایک جماعت کو قبرص کے جزیرے سے نکال کر شام میں جا کر رہنے پر مجبور کیا۔ ولید کے اس حکم کو جہاں عوام نے برا سمجھا وہاں فقہاء اور علماء نے بھی اس کی تنقیص کی۔ بہرحال جب ولید بن یزید کا انتقال ہوا اور یزید بن الولید نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو اس نے غیرمسلم باشندوں کو شام سے واپس بلا کر قبرص میں اُن کا علاقہ انہیں واپس کر دیا۔

البلاذری نے لکھا ہے:

﴿فاستحسن المسلمون ذلک من فعله، و رأوه عدلا﴾(۱۸)

''عام مسلمانوں نے یزید بن الولید کے اس فیصلے کو سراہا اور اسے عدل و انصاف کا تقاضا قرار دیا''۔

بنو اُمیہ کے بعد جب بنو عباس کا دَور آیا تو قبرص کے سیاسی حالات پھر پیچیدہ ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی ریاست یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ اہل قبرص کے ساتھ معاہدہ توڑا جائے یا برقرار رکھا جائے۔ اس موقع پر امام لیث ابن سعد، امام مالک بن انس، امام سفیان بن عینیہ، امام موسیٰ بن اعین، امام اسماعیل بن عیاش،امام یحیٰ بن حمزہ اور امام اسحاق الفزاری قابل ذکر ہیں۔

ان علماء نے حکومت وقت کو اہل قبرص کے حق میں جواب دیا۔ امام مالکؒ نے لکھا:

''حکمرانوں کے ساتھ امن و امان کا معاہدہ کوئی نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ اسلامی حکمرانوں نے ہمیشہ اس معاہدہ کی پابندی کی ہے''۔

اور مزید لکھا:

''میں نے کسی حاکم کو نہیں دیکھا جس نے اہل قبرص کے ساتھ کیے گئے صلح کے اس معاہدے کو توڑا ہو اور نہ اب تک کسی حاکم نے اہل قبرص کو ان کے علاقے سے نکالنے کی جرأت کی ہے۔ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ اس معاہدہ کی پوری پاسداری کی جائے اور اس ضمن میں افراتفری کے ساتھ کوئی فیصلہ نہ کیا جائے۔ قرآنی حکم کا بھی یہی اقتضاء ہے۔ ہاں اگر بعد میں اہل قبرص اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہیں۔ اور خفیہ طور پر دشمنوں کے ساتھ میل جول ترک نہ کریں اور ان کی سازش پوری طرح بے نقاب ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مامون الرشید اپنے دربار میں دوسرے ادیان و مذاہب کے علماء کو بلا کر علمائے اسلام سے تحقیق حق کے لیے بحث و مباحثہ کی مجالس منعقد کیا کرتا تھا۔ اس ضمن میں فرقہ مانویہ کے پیشوا یزدان بخت کا قصہ مشہور ہے کہ آزادی کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کے بعد یزدان بخت خاموش ہو گیا۔ مامون الرشید نے اسے مخاطب کر کے کہا:

''یزدان بخت! دیکھیے! اب اسلام قبول کرنے میں آپ کے لیے کیا عذر باقی رہا؟''

یزدان بخت، جو پریشانی کے عالم میں تھا کہنے لگا:

''امیرالمومنین! آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ ان لوگوں میں نہیں ہیں جو دین کے معاملہ میں جبر سے کام لیتے ہیں۔ مامون الرشید نے یہ سن کر یزدان بخت کو کچھ نہیں کہا بلکہ حکم دیا کہ فوجی نگرانی میں اسے گھر تک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی متعصب انہیں نقصان پہنچا دے''۔(۲۱)

خلافتِ عثمانیہ کے اس دور کا واقعہ ہے جب مشرقی یورپ کا بڑا حصہ ترکوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ سلطان سلیم عثمان نے ارادہ کیا کہ عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے یا ان کو حکم دیا جائے کہ اسلامی ریاست کی حدود سے نکل جائیں۔

سلطان سلیم کا یہ ارادہ اگر نافذ ہو کر عمل کی صورت اختیار کر لیتا تو سلطنت ترکی ہی نہیں بلکہ بلقانی ریاستوں کے اکثر حصوں میں آج عیسائیت کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ مگر اس وقت مسلمانوں کے اس حکمران کو جس قوت نے اپنی حدود سے آگے بڑھنے نہ دیا وہ سیکولرازم اور بے دینی کی قوت نہ تھی بلکہ اسلام سے وابستگی اور انسلاک کا جذبہ تھا۔ اس دَور کے جلیل القدر عالم مفتی جمالی نے سلطان سلیم کے دربار میں کھڑے ہو کر سلطان کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿لا یحل لک ذلک﴾

''آپ جو اقدام کرنے جا رہے ہیں، شریعت آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتی''۔

سلطان سلیم مفتی جمالی کے سامنے لاجواب ہو گیا اور اپنا ارادہ ترک کر دیا۔(۲۲)

غیر مسلم رعایا کے معابد کا احترام

بیت المقدس پہنچنے کے بعد حضرت عمرؓ کے متعلق قابل اعتماد مورخین نے لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے گرجا کے پادری (صفر دینوس) سے پوچھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''مجھے نماز پڑھنی ہے کوئی مناسب جگہ ہو تو بتا دیجئے''

پادری نے کہا: آپ گرجا کے اندر نماز پڑھ لیجئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

''گرجا کے اندر میں نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا ایسا نہ ہو کہ میری نماز پڑھنے کو دلیل بنا کر کل مسلمان اس پر دعویٰ کر بیٹھیں''۔

یہ کہہ کر آپ گرجا سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کی۔(۲۳)

غیرمسلم رعایا کے اموال و املاک کی حفاظت

اسی سفر کے دوران کا واقعہ ہے جب آپؓ شام کے ''جابیہ'' نامی مقام میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک عیسائی دوڑتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا:

''امیرالمؤمنین! آپ کی فوج کے سپاہی میرے نخلستان پر ٹوٹے پڑے ہیں اور توڑ توڑ کر انگور کھا رہے ہیں''۔

عمر فاروقؓ نے اس کی بات سنی۔ فوراً خیمہ سے باہر آئے۔ باہر آ کر دیکھا کہ ایک سپاہی انگور کے خوشے اپنی ڈھال میں ڈالے چلا جا رہا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اُسے پکارا اور فرمایا:

''کیا تم نے نخلستان سے بلا اجازت یہ خوشے چنے ہیں؟''

سپاہی نے جواب دیا:

''ہمیں بھوک لگی تھی۔ کھانے کا فوری بندوبست نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے ہمارے قریب انگور کا جو باغ واقع تھا، ہم نے اُسی سے انگور کے خوشے چن لیے''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً ایک سپاہی اس عیسائی کے ساتھ بھیج دیا اور حکم دیا کہ جتنا نقصان ہوا ہے اس کا صحیح تخمینہ لگا کر مجھے رپورٹ کر دو۔ نقصان کی تفصیل جب آپؓ کے سامنے پیش کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:

''جتنا نقصان ہوا ہے اس کا تاوان نخلستان کے مالک کو ادا کر دیا جائے''۔(۲۴)

حضرت عمر فاروقؓ کے دَور میں غیرمسلم اقوام کی زمینوں پر جو لگان عائد کیا گیا تھا۔ اس میں ان کے ساتھ خصوصی رعایت کی گئی تھی۔ قاضی ابویوسف نے ''کتاب الخراج'' میں لکھا ہے کہ عراق کی ان زمینوں کی پیائش جب کی گئی جو دجلہ اور فرات کے پانی سے سیراب ہوتی تھی اور پیائش کی تفصیلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رپورٹ آپؓ کے سامنے پیش کی گئی تو آپؓ نے اپنے نمائندوں سے پوچھا:

''آپ لوگوں نے اہل سواد پر کہیں اتنا بوجھ تو نہیں ڈالا جو وہ اٹھا نہ سکتے ہوں؟''۔

حضرت خذیفہؓ نے جواب دیا:

﴿لقد ترکت فضلا﴾

''میں نے کاشت کاروں پر بوجھ نہیں ڈالا، میں نے تو ان کے حصہ میں زیادہ چھوڑ دیا ہے''۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ جو زمین کی پیمائش کے ماہر تھے، انہوں نے جواب دیا:

﴿لقد ترکت الضعف﴾

''میں نے جتنا لگان لگایا اس کا دوگنا کاشتکاروں کے لیے چھوڑ دیا ہے''۔

حضرت عمر فاروقؓ ان دونوں حضرات کے جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور حکم دیا کہ ہر علاقے کے دہقان کو میرے پاس ترجمان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ آپ نے براہِ راست معلومات حاصل کیں۔ مقصد یہ تھا کہ اسلامی ریاست کی حدود میں غیرمسلم رعایا کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے۔(۲۵)

البلاذری نے لکھا ہے کہ عربسوس کے باشندوں نے جب بغاوت کی اور بغاوت کے جرم کی پاداش میں انہیں جلاوطنی کی سزا دی گئی تو حضرت عمرؓ نے انہیں سزا دینے کے ساتھ ساتھ یہ حکم جاری فرمایا:

''ہر چیز جسے وہ چھوڑ کر جائیں، اس کا دوگنا ہرجانہ ان کو دیا جائے گا، مثلاً ایک بکری کے بدلہ میں دو بکریاں۔ ایک گائے کے بدلے میں دو گائیں۔ الغرض ہر ایک چیز کے مقابلہ میں اسلامی حکومت انہیں دو چیزیں عطا کرے گی''۔(۲۶)

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا مشہور واقعہ ہے۔ اسلامی حکومت کی طرف سے تجارتی محصول (چونگی) کے وصول کرنے کی سرحدی علاقوں پر جب تنظیم ہوئی۔ فرات کی آبی راہ پر بھی چوکی قائم ہوئی ایک مرتبہ ایک عیسائی تاجر اسی راہ سے اپنا تجارتی مال لے کر گزر رہا تھا۔ زیاد بن حدیر، جو اس چوکی کے نگران تھے انہوں نے محصول وصول کر لیا۔ کچھ دن بعد پھر یہ عیسائی تاجر کاروبار سے فارغ ہو کر اسی راہ سے واپس ہو رہا تھا۔ زیاد بن حُدیر نے اس کے مال کا پھر جائزہ لینا چاہا۔ عیسائی سوداگر نے کہا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''میں ایک دفعہ محصول ادا کر چکا ہوں کیا آپ مجھ سے دوبارہ محصول وصول کرنا چاہتے ہیں''۔

زیاد نے کہا: ''ہاں آپ جب یہاں سے گزر رہے ہیں تو محصول دینا پڑے گا''۔

دونوں میں بات بڑھ گئی۔ عیسائی سوداگر نے اپنا سامان اپنے ساتھیوں کے حوالہ کیا اور خود عمر فاروقؓ سے ملنے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ اس لیے کہ ان دنوں حضرت عمر فاروقؓ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ عیسائی سوداگر نے حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی۔ آپؓ نے اس کے جواب میں صرف ایک لفظ ارشاد فرمایا: (کفیت). مقصد یہ تھا کہ آپ نے جو کوشش کی یہ بہت ہے۔ عیسائی تاجر اس مختصر لفظ کے سننے سے مطمئن نہ ہوا اور اپنے طور پر مایوسی کے عالم میں لوٹا۔ وہ دل میں طے کر چکا تھا کہ محصول ادا کرنا ہو گا۔ لیکن یہی تاجر کہتا ہے کہ جب میں فرات کی چوکی پر پہنچا تو مجھے حیرت ہوئی کہ (کتاب عمر قد سبق إلیه)زیاد بن حدیر کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان پہنچ چکا تھا''۔

اس فرمان میں حضرت فاروق اعظمؓ نے زیاد بن حدیر کو حکم دیا تھا کہ جب ایک دفعہ آپ اس تاجر کے تجارتی مال کا محصول وصول کر چکے ہیں تو دوبارہ آپ کو اس سے محصول لینے کا حق نہیں۔

عیسائی تاجر کہتا ہے کہ جب زیاد نے عمر فاروقؓ کا خط دکھایا تو میں بے چین ہو گیا اور اسی وقت زیاد کو مخاطب کر کے میں نے اعلان کر دیا:

﴿انی أشهد اللّٰه انی بریٔ من النصرانیة و انّی علی دین الرجل الذی کتب إلیک هذا الکتاب﴾

''میں اللہ جل شانہٗ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ عیسائی مذہب سے میں کنارہ کش ہوتا ہوں اور اب اس شخص کے دین پر موجود ہوں جس نے تمہارے نام یہ مراسلہ بھیجا ہے''۔(۲۷)

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب ہرقل نے اپنی ساری فوجی قوت جمع کی اور ارادہ کیا کہ شام کے علاقے کو اسلامی ریاست سے چھین لیا جائے۔ اس موقع پر مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہرقل کے حملہ آور ہو جانے کے بعد حمص کے باشندوں کی حفاظت ان کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ حمص کے باشندوں سے چونکہ ان کی حفاظت کی خاطر خراج کی رقم وصول ہو چکی تھی۔ اس لیے ان کے نمائندوں کو بلا کر کہا گیا:

﴿قد شغلنا عن نصرتکم و الدفع عنکم﴾

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''ہم چونکہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ کریں گے اس لیے آپ لوگوں کی حفاظت اس دور میں ہم سے نہ ہو سکے گی''۔

یہ کہہ کر اُن سے خراج کی جو رقم وصول کی گئی تھی انہیں واپس کر دی۔

حمص کے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے اس عجیب و غریب طرزِ عمل کو دیکھ کر کہنے لگے:

''آپ لوگوں کی حکومت، آپ کا عدل و انصاف ہمیں رومی حکومت کے ظلم و ستم سے زیادہ محبوب ہے۔ ہم آپ کے حاکم کے ساتھ مل کر رومیوں کا مقابلہ کریں گے''۔

حمص کے یہودی باشندوں نے جمع ہو کر اعلان کیا:

''قسم ہے تورات کی، اس شہر میں ہرقل کا والی اور نمائندہ اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک ہم لڑ لڑ کر مغلوب اور بے بس نہ ہو جائیں''۔

مسلمانوں کے ساتھ جو وعدہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اس واقعہ کے بعد کیا تھا، وہ پورا کیا گیا اور یرموک ندی کے ساحل پر ہرقل کی فوج کو آخری تاریخی شکست جب ملی تو مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

''شام کے شہروں اور قصبوں کے یہودی اور نصرانی ڈھول بجاتے ہوئے باہر نکل آئے اور مسلمانوں کے آگے کھیلتے کودتے اپنے اپنے شہروں میں ان کو خود لے گئے''۔(۲۸)

حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر تھے۔ ان کے دور میں ایک مرتبہ ایک مسلمان سپاہی نے ایک غیرمسلم باشندے کے بت کی آنکھ توڑ دی۔ غیرمسلم باشندے نے مقدمہ دائر کیا۔ مقدمہ عمرو بن العاص کے سامنے پیش ہوا۔ آپؓ نے فیصلہ سنایا کہ قبطی کے بت کی آنکھ توڑنے کے بدلے میں قبطی کو اجازت ہے کہ بت کی آنکھ توڑنے والے باشندے کی آنکھ توڑ دے۔ قبطی نے عمرو بن العاصؓ کا فیصلہ سنا تو سکتے میں آ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عدالت اس کے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ مسلمان سپاہی نے قبطی سے کہا:

''میری آنکھ توڑ کر آپ کو کیا ملے گا۔ آپ مجھ سے جتنا چاہیں ہرجانہ لے لیں...... لمبی چوڑی بحث و تمحیص اور منت سماجت کے بعد قبطی تاوان لینے پر راضی ہو گیا اور اس طرح سپاہی کی آنکھ بچ گئی''(۲۹)

حضرت علیؓ کی خلافت کا دور آیا تو آپ نے مختلف علاقوں کی طرف عامل بھیجے۔ ایرانی علاقے ''بندج سابورا'' کی طرف جس عامل کو بھیجنے کا ارادہ کیا تو اسے بلایا اور وصیت فرمائی:

''دیکھئے! ایک درہم کے وصول کرنے میں بھی کسی کو تازیانے کی سزا نہ دینا اور نہ لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے روزمرہ کی خوراک کے ذخیرہ کو نیلام کرنا۔ لوگوں کے گرما اور سرما کے لباس کو ہاتھ تک نہ لگانا۔ جب آپ کسی سے تحصیل وصول کریں تو اسے کھڑے رہنے پر مجبور نہ کرنا''۔

یہ وصیت سن کر عامل نے عرض کیا:

''امیرالمومنین! پھر تو جس طرح خالی ہاتھ جا رہا ہوں، ایسے ہی خالی ہاتھ واپس آؤں گا''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں، جیسے جا رہے ہو، ایسے ہی کیوں واپس نہ آنا پڑے''۔ اس کے بعد آپؓ نے اس عامل کو بتایا:

''دیکھے! ہمیں عوام سے صرف ان وسائل میں سے لینے کا حکم دیا گیا ہے جو اُن کی ضرورت سے زائد ہو''۔(۳۰)

عہد شکنی کے باوجود معاہدہ کی پابندی

سیّدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں اہل روم اور سیّدنا معاویہؓ کے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ اہل روم سالانہ اتنی رقم ادا کریں گے۔ رومیوں نے اطمینان کے لیے اپنے ہاں کے چند ممتاز افراد کو سیّدنا معاویہؓ کے پاس بطور یرغمال کے رکھوا دیا تھا اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ رومی حکومت نے اگر سالانہ مقررہ رقم ادا نہ کی تو سیّدنا معاویہؓ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان یرغمالیوں کو قتل کرا دیں۔

البلاذری نے لکھا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد رومیوں نے اس معاہدہ سے انحراف کیا اور مقررہ رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ معاہدہ کی رو سے سیّدنا معاویہؓ کو یہ حق حاصل تھا کہ رومیوں کے ان ممتاز افراد کی گردن اُڑا دیں جو ان کے پاس بطور ضمانت رکھے گئے تھے، لیکن آپؓ نے رومیوں کی طرف سے عہد شکنی کے ارتکاب کے باوجود ان کے معتبر افراد کو رہا کر دیا اور فرمایا:

﴿وفاء بغدر خير من غدر بغدر﴾(۳۱)

''عہد شکنی کے جواب میں عہد شکنی سے یہ بہتر ہے کہ ہم عہد توڑنے والوں کے ساتھ معاہدہ کی پابندی کریں''۔

بنو اُمیہ کے دور میں جب دمشق میں جامع بنو اُمیہ کی تعمیر ہوئی اور اس انداز سے ہوئی کہ دنیا کے عجائبات میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اس مسجد کے قریب عیسائیوں کا گرجا واقع تھا۔ عبدالملک نے گرجا کے متولی عیسائیوں سے کہا: آپ لوگ جتنی رقم چاہیں لے لیں۔ گرجا کا وہ حصہ جو مسجد کے ساتھ ملتا ہے مجھے مسجد میں ملانے کی اجازت دے دیں۔ عیسائیوں نے عبدالملک کی پیش کش کو قبول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کیا۔ آپ نے خاموشی اختیار کی اور گرجا اپنی جگہ پر رہا۔ بعد میں جب ولید بن عبدالملک کے ہاتھ میں خلافت آئی تو آپ نے عیسائیوں کو بہت بڑی پیش کش کی اور انہیں آمادہ کرنے کی ہر قسم کی تدبیر کی۔ عیسائی اپنے موقف پر قائم رہے۔ ولید نے عیسائیوں کو دھمکی دی اور کہا:

''اگر آپ لوگ ہماری پیش کش کو ٹھکرائیں گے تو ہمیں دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا''۔

عیسائی علماء نے جب ولید کی دھمکی سنی تو مشہور کر دیا کہ جو شخص گرجے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ پاگل ہو جاتا ہے یا مہلک بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ولید کو عیسائی علماء کا یہ پروپیگنڈہ بہت برا لگا۔ البلاذری لکھتا ہے کہ ولید نے عیسائی علماء کے پروپیگنڈے کے ردعمل میں خود پھاوڑا اٹھایا اور گرجا کی دیوار گرا دی۔ ولید کا یہ فعل جس وجہ سے بھی تھا بہرحال شریعت کے لحاظ سے درست نہ تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو حکم دیا کہ مسلمانوں کی اس مسجد میں گرجے کی جتنی زمین شامل کی گئی ہے وہ عیسائیوں کو واپس کر دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بہت سمجھایا گیا کہ اب ایسا کرنے سے لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوگا اور مسجد کی بنی ہوئی صورت بگڑ جائے گی لیکن بایں ہمہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے موقف پر قائم رہے۔ ان کا اصرار تھا کہ گرجے کی زمین عیسائیوں کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ مسلمانوں کے جذبات بھڑک رہے تھے اور وہ کسی صورت میں اس بات کے لیے تیار نہ تھے کہ گرجے کی وجہ سے مسجد کو نقصان پہنچایا جائے۔ رہی سہی ایک صورت تھی کہ عیسائیوں کے ساتھ مصالحت کی جائے اور انہیں اپنا مطالبہ واپس لینے پر راضی کیا جائے۔ امام سلیمان بن حبیب المحاربی کی قیادت میں علماء کا وفد عیسائیوں سے ملا۔ ان کی منت سماجت کی اور باقاعدہ راضی نامہ لکھا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب راضی نامہ پیش کیا گیا تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور راضی نامہ کے مطابق فرمان جاری کیا۔(۳۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور کا واقعہ ہے۔ سمرقند کے غیر مسلم باشندوں کا ایک وفد خلیفہ سے ملاقات کرتا ہے اور درخواست پیش کرتا ہے کہ قتیبہ نے عہد شکنی سے کام لے کر ہمارے شہر پر قبضہ کیا ہے اور مسلمانوں کو ہمارے شہر میں آباد کیا ہے۔(۳۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وفد کی شکایت سنی اور فوراً سمرقند کے حاکم کے پاس یہ فرمان بھیجا:

''عدالت کے کسی قاضی کو بلا کر سمرقند کا معاملہ اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ قاضی اس بارے میں تحقیقات کرے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ قتیبہ نے عہد شکنی سے کام لے کر سمرقند پر قبضہ کیا ہے اور مسلمانوں کو وہاں آباد کیا ہے تو مسلمانوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ سمرقند چھوڑ دیں''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمرقند کے حاکم کے پاس جب خلیفہ وقت کا فرمان پہنچا تو اس نے جمیع بن حاضر نامی قاضی کو بلا کر مقدمہ ان کے سامنے پیش کیا۔ قاضی نے بڑی تفصیل کے ساتھ معلومات جمع کیں۔ لوگوں سے شہادتیں لیں اور ہر قسم کے قرائن سے استفادہ کیا۔ براہین و دلائل کی روشنی میں قاضی اس نتیجہ تک پہنچا کہ اہل سمرقند کے ساتھ واقعی غدر کیا گیا ہے اور ان کی مرضی کے بغیر یہاں مسلمانوں کو آباد کیا گیا ہے۔

قاضی صاحب نے فیصلہ صادر کیا کہ مسلمان سمرقند کا شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔ اہل سمرقند کو اختیار ہے کہ وہ ان کے ساتھ جو لین دین کرنا چاہیں کر لیں۔ ہاں شہر سے نکل جانے کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہو گا کہ وہ سمرقند والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔(۳۴)

سمرقند کے غیر مسلم باشندوں کے سامنے جب یہ فیصلہ سنایا گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کر لیا اور کہنے لگے کہ مسلمانوں نے اگر دوبارہ سمرقند پر حملہ کیا تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہماری پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس شہر میں مل جل کر رہیں۔ اس مشاورت کے بعد انہوں نے قاضی کے پاس جا کر بتایا کہ انہیں مسلمانوں کے قیام پر کوئی اعتراض نہیں اور وہ سمرقند میں مل جل کر رہنا پسند کرتے ہیں۔

ان واقعات کو غور و خوض کے ساتھ پڑھنے کے بعد ایک غیر جانبدار قاری سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ ان سے بلا تأمل کیا نتیجہ اخذ کر سکتا ہے تو یقیناً وہ یہی کہے گا کہ شریعت نے غیر مسلم رعایا کو جو حقوق دیے ہیں، ان کا تصور ایسے کسی بھی دستور میں نہیں پایا جاتا جو انسان کی تخلیق کردہ ہے۔ یہاں جن واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے یہ بطور نمونہ مشتے از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر بالالتزام اس نوعیت کے واقعات کو تاریخی مصادر اور ذخائر سے تلاش کر کے مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں آ سکتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی تاریخ کے ہر پہلو کا مطالعہ کریں اور محض سرسری مطالعہ نہیں بلکہ پوری گہرائی اور تعمق کے ساتھ تاریخ کے بنیادی اور مستند مصادر سے استفادہ کریں۔ تاکہ ہمارے پاس مخالفین اور معترضین کے اعتراضات کے ازالہ کے لیے ٹھوس اور معتمد معلومات کا ذخیرہ موجود ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی و تعلیقات

۱۔ کنزالعمال، ج ۲، ص ۲۷۱، علاء الدین، علی المتقی الہندی بن حسام الدین، حیدرآباد، جامعہ عثمانیہ، ۱۳۱۲ھ۔

۲۔ کتاب الخراج، ص ۱۴۴۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، مصر، مطبع امیریہ، ۱۳۶۰ھ

۳۔ ایضاً

۴۔ کتاب الخراج، ص ۱۲۶

۵۔ البنایة شرح الهدایة، ج ۷، ص ۳۶۔ علامہ عینی، محمود بن احمد، مکۃ المکرمہ المکتبہ التجاریہ، ۱۴۱۱ھ

۶۔ البحرالرائق، ج ۲، ص ۲۱۰، ابن نجیم زین الدین، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

۷۔ شرح السیر الکبیر، ج ۳، ص ۱۹۰۔ السرخسی، احمد بن محمد، حیدر آباد، دائرۃ المعارف، ۱۳۳۰ھ

۸۔ ایضاً

۹۔ السیرة النبویة، ج ۳، ص ۳۴۷۔ ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، بیروت داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۵ھ

۱۰۔ السیر الکبیر مع الشرح، ج ۱، ص ۱۸۱

۱۱۔ کتاب الخراج، ص ۸۲

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ کتاب الآثار، ص ۹۲، الشیبانی، محمد بن الحسن، کراچی، قدیمی کتب خانہ

۱۶۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۱۷۵۔ ابن سعد، محمد بن سعد، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء۔

۱۷۔ الدرالمنثور، ج ۳، ص ۳۴۸۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ

۱۸۔ فتوح البلدان، ص ۱۵۶۔ البلاذری، ابوالعباس، احمد بن یحییٰ، (م ۲۷۹ھ)۔

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۴۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، مصر، مطبع السعادة، ۱۹۳۱ء

۲۱۔ الفہرست، ص ۳۳۸۔ ابن ندیم، محمد بن اسحاق، مصر، المطبعۃ الرحمانیہ، ۱۳۴۵ھ

۲۲۔ تعلیقات، مقدمہ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۷۷۔ شکیب ارسلان، مصر، المکتبۃ التجاریۃ، ۱۹۳۶ء

۲۳۔ کنزالعمال، ج ۱، ص ۹۹۹

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ کتاب الخراج، ص ۲۱

۲۶۔ فتوح البلدان، ص ۱۳۷

۲۷۔ کتاب الخراج، ص ۲۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۸۔ فتوح البلدان، ص ۳۷
۲۹۔ رحمة للعالمین، ج ۳، ص ۱۲۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز۔
۳۰۔ کتاب الخراج، ص ۱۲۵
۳۱۔ فتوح البلدان، ص ۱۵۹
۳۲۔ فتوح البلدان، ص ۱۲۶
۳۳۔ فتوح البلدان، ص ۴۲۲
۳۴۔ ایضاً
۳۵۔ ایضاً

☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com